آزاد اُردو نظم اور اجمل خٹک: ایک تجزیہ

ڈاکٹر الطاف اللہ*

ریاض حسین**

Abstract

This article highlights the Urdu poetry of Ajmal Khattak. He was one of those personalities who played their due role for the uplift of Urdu poetry particularly Azad Urdu poem in the environs of Khyber Pakhtunkhwa. His Urdu poetry is often ignored and he is generally associated only with Pashto poetry, language and literature. Although he wrote a lot in Pashto language as he himself belonged to a Pashtoon family yet he spared some time to write in Urdu language particularly Azad Urdu Nazam. Hence, this article deals with Ajmal Khattak's Urdu poems which he wrote in his lifetime and provides an analysis of those poems as well.

اگرچہ اجمل خٹک کی زیادہ تر شاعری پشتو زبان میں ہے، تاہم برصغیر کے اُردو دان طبقے میں آپ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ کی غیر مطبوعہ معرکہ آراء اُردو نظمیں بہت مشہور ہیں، جو یقیناً اُردو کی جدید شاعری میں خوبصورت اضافے کی حیثیت رکھتی ہیں۔[1] اجمل خٹک سیف و قلم کے ماہر خوشحال خان خٹک کے گھرانے میں نوشہرہ کے مشہور اور

* ریسرچ فیلو، قومی ادارہ برائے تحقیقِ تاریخ و ثقافت، قائد اعظم یونیورسٹی، اسلام آباد۔

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ مطالعہ پاکستان، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، مانسہرہ۔

تاریخی قصبے اکوڑہ خٹک میں حکمت خان خٹک کے ہاں اپریل ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوئے۔[۲] آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی جب کہ بعد ازاں گورنمنٹ مڈل سکول اکوڑہ خٹک سے مڈل کا امتحان پاس کیا اور پھر گورنمنٹ ہائی سکول پشاور میں داخلہ لیا۔ اسی اثناء میں ''ہندوستان چھوڑ دو'' تحریک شروع ہوئی جس میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور پولیس کی سخت داروگیر کی وجہ سے تعلیمی سلسلہ منقطع ہوا۔[۳] اس تحریک کے بعد کے دور میں آپ نے پرائیویٹ اُمیدوار کے طور پر میٹرک کے امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے منشی فاضل، ادیب فاضل، پشتو آنرز اور فارسی میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔[۴]

اُردو نہ صرف قومی زبان ہونے کے ناطے اہمیت کی حامل ہے، ہمارے ملک کے طول و عرض میں آسانی سے سمجھی جاتی ہے۔ یہ زبان کئی اہم زبانوں کے سرچشموں سے سیراب اور مختلف تہذیبوں اور تمدنوں سے مستفید ہوئی ہے۔ اس لیے اس زبان نے تمدن کی تمام ضروریات اور تمام زبانوں کی خصوصیات اپنے اندر جذب کر لی ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں صدیوں کے اختلاط سے مختلف تہذیبوں کے میل ملاپ اور آمیزش سے مستقل شکل کا جو آمیزہ تیار ہوا وہ اُردو زبان کہلانے لگا۔[۵] لوگوں کی دلچسپی کو مد نظر رکھتے ہوئے اجمل خٹک نے پشتو زبان میں شاعری کے ساتھ ساتھ اُردو میں بھی شاعری کی۔ اس لیے اُردو زبان میں بھی آپ کی تخلیقات فکر و فن کے اعتبار سے امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ نے اُردو زبان میں آزاد نظم کی صورت میں شعر و شاعری لکھی وہ بھی آپ کی بیاض کی زینت ہیں۔

اجمل خٹک نے اپنی پہلی اُردو نظم طالب علمی کے زمانے میں طلباء کی سالانہ الوداعی تقریب میں بعنوان ''جاتے ہو خدا حافظ'' پڑھی۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً سولہ سال تھی۔ آپ کی لکھی گئی اُردو نظموں میں سے جن کو خاصی پذیرائی ملی اُن میں شمع، یہ رونا کالی راتوں کا، غزل، من کا مندر، دکھی دل، من کے دل پرداغ، پریت نگری، جنت، موم کا پتھر، دیش ماتا، میرے خون کا پہلا قطرہ، ہم جو، اے میرے سلگتے دل، مذہب، رسم کوئے یار، جدوجہد، اپنی محنت اپنا پھل، دہقان کا بیٹا، میرا من، خاموش دھواں، کشمکش، یادوں کے

جھروکے سے، باغی، خلاء اور نظم آزادی شامل ہیں۔[٦]

اجمل خٹک کی اُردو شاعری کا مشاہدہ درجہ ذیل نظموں سے کیا جا سکتا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کس قسم کی ذہنیت اور سوچ و فکر کے حامی تھے۔ آپ اپنی آزاد نظم ''یہ رونا کالی راتوں کا'' میں کچھ اس طرح رقم طراز ہیں:

یہ رونا کالی راتوں کا
بس بھول بھی جاؤ چھوڑو بھی
وہ دیکھ خیبر کی چوٹی
کرنوں میں جگمگاتی ہے
وہ نئی سحر کی آمد ہے
وہ نور کی ڈولی آتی ہے
خوابیدہ حسن درّوں کا
انگڑائی لے کر جاگا ہے
سنگین چٹانوں کے سینے
کلیوں کی گدگداہٹ سے
نرگس کی مسکراہٹ سے
باد صبا کی آہٹ سے
رشکِ سحر، نورِ نظر
حسنِ زماں، رنگِ جناں
ایسے میں جانِ من ساتھی
بس بھول بھی جاؤ چھوڑو بھی
یہ رونا کالی راتوں کا
یہ خون بھری برساتوں کا
اب قصہ ماضی کا قصہ[۷]

اجمل خٹک نے مذکورہ بالا آزاد نظم میں ماضی کی غلطیوں پر محض برہمی اور افسوس کے بجائے اُن غلطیوں سے سبق حاصل کرنے پر زور دیا ہے اور ساتھ ساتھ نئی سحر کی آمد یعنی مستقبل کو سنوارنے کیلئے منصوبہ بندی اور سوچ بچار کی طرف معاشرے کو راغب کیا ہے۔ یقیناً جو لوگ آنکھ کھول کر چلتے ہیں وہ کبھی دھوکہ نہیں کھاتے اور وہ اپنی راہ خود متعین کر سکتے ہیں۔ اس ضمن میں علامہ اقبال کچھ یوں بیان کرتے ہیں۔

کھول آنکھ زمین دیکھ، فلک دیکھ فضا دیکھ
مشرق سے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ۸

اجمل خٹک اپنی نظم ’’شمع‘‘ میں معاشرے کو جلتی ہوئی شمع سے تعبیر کرتے ہیں کہ کس طرح یہ خود کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے اور اپنے گرد و نواح کو روشنی مہیا کرتی ہے۔ اسی طرح انسان میں بھی قربانی کی یہ تمنا موجود ہونی چاہیے تا کہ اپنے معاشرے کی خدمت کر کے اس کو زندہ رکھے۔ اپنی اس نظم میں اجمل خٹک یوں رقم طراز ہیں۔

یہ دیکھو شمع روشن ہے
ستاروں کا لہو لے کر
گلوں کی مسکراہٹ
پری زادوں کی حوروں کی
تبسم کی ضیاء پا کر
سحر کی اولیں معصوم کرنوں سے
محبت کی تپش لا کر
یہ انسان کی سیہ بختی میں رنگ نور لاتی ہے
سیاہ گھمبیر اندھیروں کا سینہ چاک کرتی ہے
یہ دشمن ظلمتوں کی
کبھی ایک جھونپڑی میں سسکیاں لیتی ہوئی بوڑھی کی ساتھی ہے
کبھی رنگین ایوانوں میں عیاشی کے منظر پر

گرم آنسو بہاتی ہے
یہ پروانے
جو اس کو حسن کا جلوہ سمجھتے ہیں
اسی کے عشق میں جان بھول کر جلتے ہیں مرتے ہیں
یہ شمع ہے
یہ شمع ہے
جو ہر سو نور دیتی ہے
مگر
اے عقل و فکر و ہوش کے سب مدعی لوگو!
کسی نے یہ بھی سوچا ہے
کہ اس کا اپنا دل
کیوں داغ ہے؟
کیوں سوز ہے؟
کیوں آگ ہے؟
کیوں راکھ ہے؟
اور کس لئے بس جلتا رہتا ہے
یہ اب تک راز ہے
اور کون اسے جانے
ارے
اور کیوں کوئی جانے۹

اجمل خٹک ترقی پسند شاعر ہونے کے ناطے اپنی نظم ''آزادی'' میں کہتے ہیں کہ آزادی کی خاطر ہم ہر قسم کی قربانی کیلئے تیار ہیں۔ وہ آزادی کے لیے خونِ دل دینے، ہاتھوں پر زنجیروں کا زنگ اور خالی پیٹ رہنے کیلئے تیار تھے۔ اِس طرح ان کو کئی بار

ہتھکڑیوں کا سامنا کرنا پڑا اور عرصہ دراز قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ وہ اپنی اس نظم کے اختتامی کلمات میں کہتے ہیں کہ مجھ سے اگر سب کچھ چھین لیا جائے تو کوئی پرواہ نہیں البتہ اس کے عوض میرے اولس یعنی قوم کو آزادی دی جائے۔ نظم، آزادی، کا مشاہدہ کرتے ہیں:

مجھ سے یہ جھوٹ کی شہرت ہو کہ عزت لے لو
شہر کی گلیوں میں رسوا کر دو
زیست میں میرا کوئی نام نہ لے
موت کے بعد نشان تک نہ رہے
میرے اشعار میں آیا ہے جہاں نام مرا
اس کو بھی جا کے مٹا دو یکسر
ہم سفر دوست جنہیں یاد ہیں قصے میرے
ہم قدم یار جنہیں یاد ہیں کچھ افسانے
کوئی جاناں
خون دل
ہاتھوں پہ زنجیر کا زنگ
وہ دنوں خالی پیٹ
پھر بھی کاندھوں پہ لدھا بوجھ منوں
ہم نشتوں کا تغافل
اور
رقیبوں کا ظلم
پیار کا نام سنا
پر یہ ہما ہے بھی کیا؟
زندگی ایک وسیع باغ مگر سب کانٹے

یا تو سرکار کی جیلوں میں مشقت قسمت
یا کسی خان کی کھیتی میں بگار
مجھ سے یہ ساری کہانی لے لو
موت کے بعد مرا نام نہ لو

پر
مجھے میرے ''اولس'' کیلئے وہ نعمت دو
جسے تم کہتے ہو آزادی ہے
جو مرا ننگ مری غیرت ہے
اور
میرا سب کچھ ہے[۱۰]

اسی طرح وہ اپنی آزاد نظم ''مرا فن'' میں اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ میرے اشعار میں للکار ہے، یلغار ہے اور میری نظموں میں خونِ مزدور اور خونِ مظلوم کی بو موجود ہے۔ پشتو نظموں کی طرح آپ کی اُردو نظموں میں بھی معاشرے، سیاست اور قیادت پر گہرے طنز کے نمونے ملتے ہیں۔ طبقاتی کشمکش، معاشی نا انصافی، جبر و استحصال کا شکار طبقے کی بھرپور عکاسی آپ نے اپنی اُردو نظموں میں بھی بروئے کار لائی ہے۔ اپنی نظم ''میرا فن'' میں کچھ یوں رقم طراز ہیں۔

میرے نقاد!
میں جذباتی ہوں؟
میرے اشعار میں للکار ہے؟
یلغاریں ہیں؟
میری نظموں میں
قصیدوں کا کہیں رنگ نہیں؟
میری غزلیں!

نہ غزالاں کی ادا ہے
نہ حسینوں کا سخن
رگ گل سے، پر بلبل نہ کبھی باندھ سکا
مرے اشعار سے بو آتی ہے
خون مزدور کی بو
خون مظلوم کی بو
اور سرمائے کے قصاب کی منڈی میں پڑی
زندہ لاشوں کی بو
میرا فن، میرا فن
تیرا نہیں، تیرا نہیں
نہ تیرے ذوق، تیرے طبقے تیرے فہم کا ہے
میرا فن میرا ہے
میرے ماحول، مری زیست، مرے دور کا فن
مرے انسان کا فن[۱۱]

جناب اجمل خٹک ن۔م۔راشد، فیض احمد فیض، احمد ندیم قاسمی اور اُردو کے دیگر چوٹی کے شعراء کی ادبی محافل میں کئی بار شرکت کر چکے ہیں اور ان سے ترقی پسند مصنفین کے حوالے سے بڑے گہرے ادبی مراسم تھے۔ آپ کی بعض نظمیں اُردو کی جدید آزاد نظموں میں خوبصورت اضافے کی حیثیت رکھتی ہیں اور یوں لگتا ہے کہ آپ مذکورہ بالا اُردو کے نامور شعراء کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے مختلف ادوار میں قید و بند کی جو صعوبتیں برداشت کیں اس کی بدولت اپنے معاشرے اور لوگوں سے دور رہ کر طبقاتی کشمکش اور استحصال کے شکار طبقے کیلئے نہ صرف سنہرے خواب دیکھے بلکہ جابرانہ نظام کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ علاوہ ازیں آپ کی اُردو شاعری میں رومانیت کے عناصر بھی نظر آتے ہیں، جو درجہ ذیل غزل سے واضح ہوتے ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ سپنوں سے محبت کی ہے
ہم نے منزل کی حسینوں سے محبت کی ہے
چاند سے، نور سے، شبنم سے، صبا سے، گل سے
اپنی امید کے چہروں سے محبت کی ہے
بزمِ جاناں کا تصور بھی سر دار رہا
ہم دیوانوں نے اشاروں سے محبت کی ہے
غنچہ، زخمِ جگر، شبنم چشمِ نرگس
عمر بھر ہم نے بیماروں سے محبت کی ہے
زندگی زہر سہی، اہل سفر چور سہی
یار لوگوں نے سیاروں سے محبت کی ہے[۱۲]

آپ کی زندگی میں ایسے واقعات رونما ہوئے جن کا آپ کی زندگی پر بہت گہرا اثر رہا۔ مثلاً جلا وطنی کے دور میں آپ جب کابل میں قیام پذیر تھے تو اس وقت ایک اردو نظم ''خلا'' لکھی جس میں مایوس ہو کر اپنی بے دلی اور مایوسی کا اظہار کچھ اس طرح کرتے ہیں:

سارے دیئے بجھ گئے بس
اب اندھیرے سائے ہیں
زندگی بھوتوں کی دنیا
خواب بھی اب پرائے ہیں
جیون کے بہانے ٹوٹے
ارمان چکنا چور ہوئے
اپنا تن اک گہری دلدل
اپنے من سے دور ہوئے
پیاس بجھانے والے آئے
دل کا مندر توڑ چلے

پیار کے پنچھی اڑ اڑ بھاگے
سوکھے تنکے چھوڑ چلے
اب یہ اپنی ساری ہستی
سپنوں کا کھلونا ہے
خالی خولی حرکتیں ہیں
ہنسنا ہے کہ رونا ہے[۱۳]

اسی طرح جلا وطنی کے دور میں کابل میں قیام کے دوران اپنی نظم ''اے مرے سلگتے دل'' میں یوں لکھتے ہیں:

اے مرے سلگتے دل
آتش کھاتا جائے ہے
دھواں بنتا جائے ہے
اپنے ارمانوں کے انگاروں پر جیتا جائے ہے
اے مرے سلگتے دل
اے مرے سلگتے دل
تو محبت کی کلی
محنت کا خزانہ ہے
تجھ سے پھولوں کی نکہت
تجھ سے فصلوں کی بہار
پر اس جھوٹی دھرتی میں مرجھائے ہے، مرجھائے ہے
اے مرے سلگتے دل
اے مرے سلگتے دل
میں ترے قربان اے دل
لو گھٹائیں چھٹ گئیں

اندھیروں کے دل ٹوٹے
مرغ سحر نے دی صدا
کوہ وصحرا پھول بنے ہیں کوہ و دشت مسکائے ہیں
تو بھی کھلتا جائے ہے
اے مرے سلگتے دل
اونچی اونچی چوٹیوں پر سرخ سویرا چھائے ہے
تیرا موسم آئے ہے
اے مرے مسافر دل
اے مرے سلگتے دل[۱۴]

اجمل خٹک نے پشتو نظموں کے علاوہ اُردو نظموں میں بھی نہایت دلکش انداز اپنایا ہے۔ آپ نے اُردو نظموں میں جن موزوں الفاظ کا استعمال نہایت فن کارانہ انداز سے کیا ہے۔ وہ آپ کی فنی مہارت، زبان پر عبور اور قدرت کا آئینہ دار ہے۔ آپ کی اُردو نظموں میں نادر تشبیہات، استعارات اور کنایات آپ کی تخیل کی رفعت، جذبات کی شدّت، خیالات اور فن کی صداقت، افکار کی عظمت، خلوص اور تعمق پر گواہ ہیں۔[۱۵]

جناب اجمل خٹک ۷ فروری ۲۰۱۰ء کو پشاور کے ایک مقامی ہسپتال میں قلیل علالت کے بعد اس دنیائے فانی سے رحلت کر گئے۔ وہ انقلابی شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک جمہوریت پسند شخصیت کے مالک تھے۔ وہ نہ صرف شاعر بلکہ بزرگ ادیب، قوم پرست، باشعور سیاستدان اور صحافی بھی تھے۔ موجودہ دور میں بھی اہل قلم جناب اجمل خٹک کی ملّی اور اجتماعی کاوشوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کی ضیاء پاشی نے نہ صرف پشتو شعر و شاعری کی روشنی میں اضافہ کیا بلکہ اُردو زبان میں شعر و شاعری کو بالعموم اور اُردو میں آزاد نظم کو بالخصوص نئے پیرائے مہیا کئے۔

حوالہ جات

۱- رضا،محمد افضل، *اجمل خٹک:شخصیت اورفن*، اکوڑہ خٹک، مرکزی خوشحال ادبی و ثقافتی جرگہ، ۱۹۹۷ء، ص ک (ابتدائیہ)

۲- ایضاً و فضل الرحمٰن، *اجمل خٹک شاعری و سیاست*، مجلّہ تاریخ و ثقافت پاکستان، اکتوبر ۲۰۰۷ء- مارچ۲۰۰۸ء،ص۶۳۔

۳- رضا،محمد افضل، *اجمل خٹک شخصیت اورفن*، ص۱

۴- فضل الرحمٰن، *اجمل خٹک شاعری و سیاست*، ص ۶۴۔

۵- الطاف اللہ،*تحقیق نامہ*،'' خیبرپختونخوا میں اُردو ادب! تاریخی پہلو''، جنوری ۲۰۱۴ء، جی سی یونیورسٹی لاہور، ص ۱۰۴۔

۶- رضا،محمد افضل، *اجمل خٹک شخصیت اورفن*، ص ص ۶۳-۶۲۔

۷- اجمل خٹک،از قلمی شعری مجموعہ'' یہ رونا کالی راتوں کا''،غیر مطبوعہ

۸- *بال جبریل*،www.iqbalurdu.blogspot.com

۹- رضا،محمد افضل، *اجمل خٹک شخصیت اورفن*، ص ص ۸۸-۸۷۔

۱۰- اجمل خٹک، از قلمی شعری مجموعہ، ''آزادی''، غیر مطبوعہ۔

۱۱- اجمل خٹک، از قلمی شعری مجموعہ، ''میرا فن''، غیر مطبوعہ۔

۱۲- اجمل خٹک، از قلمی شعری مجموعہ، ''غزل''، غیر مطبوعہ۔

۱۳- اجمل خٹک، از قلمی شعری مجموعہ، ''خلا''، غیر مطبوعہ۔

۱۴- اجمل خٹک، از قلمی شعری مجموعہ، ''اے مرے سلگتے دل''،غیر مطبوعہ۔

۱۵- رضا،محمد افضل، *اجمل خٹک شخصیت اورفن*، ص ۶۴۔